

علم رسم قرآنی کا تعارف (ایک جائزہ)

Introduction of Quranic Orthography (An Overview)

سمیرہ رفیق ☆

Abstract

The topic is relating to introduction and historical background of Quranic Orthography. After narrating a brief introduction of Quranic Orthography (ilm-ur-rasam), I have elaborated the characteristics of Quranic Orthography in this Article. In addition, conflicting views of Muslim scholars regarding the subject are also highlighted. As Masahif-e-Usmania are basis of Quranic Orthography, the historical background and other aspects and features of these Masahif are also identified. I have also described few examples of the conflicts between Quranic orthography and Arabic calligraphy.

قرآن حکیم کی خدمت کے بیسیوں میدان اور مطالعہ قرآن کے سینکڑوں عناوین ہیں اور قرآن کریم سے متعلق یہ علمی میدان اور علمی عنوان متعدد تحریکات اور سینکڑوں تالیفات وجود میں لائے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم اور بنیادی میدان ”النص القرآنی“ (کلمات قرآن) کی مصحف میں کتابت اور اسی کتابت مصحف کے قواعد و ضوابط کے بیان کا علمی عنوان ”علم الرسم“ ہے۔

رسم کا لغوی معنی

عربی زبان میں مادہ رس۔ م مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے جن میں سے ایک معنی ”اثر یا نشان“ کے ہیں۔ اسی لئے عربی میں کہا جاتا ہے ”رسم الدار : ما كان من آثارها لا صفا بالأرض“ زمین پر مکان کے جو اثرات باقی رہ گئے ہوں انہیں رسم کہا جاتا ہے۔ اور عربی زبان میں ”رسم الغیث الدار“ کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔ یعنی زمین پر بارش ختم ہونے بعد جو آثار چھوڑتی ہے ان آثار کو ”رسم“ کہا جاتا ہے اسی طرح ”رسم“ کے معانی

☆ لیکچرر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویج، ایچ۔ ۹، اسلام آباد، پاکستان۔

”النظر والنفرس للشیء“، کسی چیز کی چھان پھٹک کرنے کے لئے بھی آتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے: ”ترسم الرسم : نظر الیہ“ اور اسی طرح ترسمت کے معانی ہوتے ہیں: ”نظرت الی رسوم الدار“، میں نے گھر کے نشانات کا ملاحظہ غور و حوض سے کیا۔ اسی طرح ”ترسمت المنزل، ای تأملت رسمه وتفرسیته“۔

اگر مادہ رس۔ م (علی) کے ساتھ متعدی ہو تو کتابت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے: ”رسم کذا ورسم اذا کتب“۔ اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی لکھے۔ ذوالرمتہ کا ایک شعر ابن المنظور الا فریقی نے اس معنی کی تائید میں پیش کیا ہے جو کہ درج ذیل ہے:

وَدَمْنَةٌ هَيَّجَتْ شَوْقِي مَعَالِمَهَا كَأَنَّهَا بِالْهَدْمِ مَلَاتِ الرِّوَا سِيمِ

اور زمانہ جاہلیت میں کتب کے لیے عرب ”رواسیم“ کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح ”ثوب مرسم“ خط کپڑے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ”ناقة رسوم“ کا لفظ اس اونٹنی کے لئے استعمال ہوتا ہے جو ”تؤثر فی الأرض من شدة الوطاء“ جو اپنے پاؤں کے زوردار انداز سے زمین پر اپنے قدموں کے نشانات چھوڑ دے۔

”الرسم“ سے مراد ”المرسوم“ یعنی مصدر معنی اسم مفعول ہے (۱)۔ اور اس کے مرادفات الخط، الکتاب، الزبر، السطر، الرقم، الرشم اور الهجاء وغیرہ ہیں ان میں سے قرآن کریم کی کتابت کے ضمن لفظ ”خط“ سے عموماً خطاطی اور خوشنویسی کا بیان اور اس کی تاریخ مراد لی جاتی ہے اور یہ خطاط اور مؤرخ خط کا میدان ہے۔

علم الرسم کی اصطلاحی تعریف

جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ خط کا لفظ خطاطی اور خوشنویسی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ”الہجاء، الرسم“، اور اس کے مشتقات اور ان پر مبنی تراکیب املاء قرآن کے اصول و قواعد کے معنوں میں ایک علم اور ایک فن کے اصطلاحی نام بن چکے ہیں۔ اس علم کی تعریف میں علماء کے مختلف اقوال ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

امام جہیری نے علم الرسم کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

”هو مخالفته (ای الرسم القیاسی) ، ببدل أو زیادة ، أو فصل ، أو وصل للدلالة

على ذات الحرف أو اصله أو فرعہ أو رفع لبس أو نحوه“ (۲)۔

”علم الرسم سے مراد، رسم قیاسی کے ساتھ رسم عثمانی کا اختلاف بیان کرنا، بدل، زیادت یا فصل اور وصل میں اس

طرح کہ ان کی دلالت حرف پر ہے یا اس کے اصل اور فرع پر ہے اس طرح کہ ان میں التباس کا ڈر ختم ہو جائے“۔

امام خراز نے اس کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

”علم يعرف به مخالقات خط المصاحف العثمانية لأصول الرسم القياسي“ (۳)۔

”وہ علم جس کے ذریعے ہمیں مصاحف عثمانیہ کے خطوط کا رسم قیاسی کے اصولوں کے ساتھ اختلاف کا

پتہ چلے۔“

ایک محقق عالم نے اس کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

”علم يُعرف به مخالفة المصاحف العثمانية لأصول الرسم القياسي“ (۴)۔

”وہ علم جس کے ذریعے مصاحف عثمانیہ اور رسم قیاسی کے اصولوں میں اختلاف کے بارے میں جاننا جائے۔“

شیخ عبدالعظیم زرقانی نے اس کی تعریف میں یوں رقمطراز ہیں:

”الوضع الذي ارتضاه عثمان . رضی اللہ عنہ . في كتابة كلمات القرآن و حروفه“ (۵)۔

”وہ وضع جس کو حضرت عثمان۔ رضی اللہ عنہ۔ نے کلمات و حروف قرآنیہ کی کتابت میں اختیار کیا۔“

ڈاکٹر سالم محسین نے شیخ عبدالعظیم زرقانی کی ذکر کردہ تعریف کو ہی تھوڑے لفظی تغیر کے ساتھ نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

”وَالرَّسْمُ الإِصْطِلَاحِيُّ يُقَالُ لَهُ (العُثْمَانِيُّ) مَا كَتَبَتْ بِهِ الصَّحَابَةُ . رضوان اللہ علیہم

اجمعین . المصاحف“ (۶)۔

”رسم اصطلاحی کو رسم عثمانی بھی کہا جاتا ہے اور اس سے مراد وہ رسم الخط ہے جس پر صحابہ کرام نے مصاحف کو

لکھا۔“

قاری رحیم بخش نے رسم الخط کی تعریف ان الفاظ میں نقل کی ہے:

”قرآنی کلمات کو حذف و زیادت اور وصل و قطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنا جس پر صحابہ کا اجماع ہے

اور تو اتر کیا ساتھ نبی کریم۔ ﷺ۔ سے منقول ہے“ (۷)۔

مذکورہ بالا تعریفات سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ:

الف۔ پہلی تعریف اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ رسم عثمانی اور قیاسی میں مقامات اور کلمات کا اختلاف موجود

ہے۔

ب۔ ڈاکٹر سالم محسین اور قاری رحیم بخش کی تعریف میں اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ اس رسم الخط پر صحابہ کا اجماع

ہے۔ اور یہ رسم الخط تو اتر کے ساتھ منقول ہے۔

ج۔ ان تمام مذکورہ تعریفوں کے درمیان نزاع/ اختلاف لفظی ہے اور ان میں تطبیق دینا ممکن ہے۔

رسم سماعی اور رسم قیاسی یا خط اور رسم الخط کا فرق ہم درج ذیل مثالوں سے سمجھ سکتے ہیں۔

(العلمین)، (الرحمن)، (الصلحت)، (هؤلاء)، (من نبأ المرسلین) ان کلمات کا موجودہ خط تو

رسم قرآنی کے موافق ہے کیونکہ ان میں ”الف“ لکھا ہوا نہیں ہے اور ”هؤلاء“ میں ”واو“ اور ”من نبأ“ میں ”یا“ لکھی

ہوئی ہے۔ اور اگر ان کو درج ذیل طریقہ سے لکھیں:

(العالمین)، (الرحمان)، (الصالحات)، (هاألاء)، (من نبأ المرسلین) تو ان کی کتابت گو کہ

تلفظ کے مطابق ہے لیکن رسم عثمانی کے بالخلاف ہے۔ اسی طرح اگر ان الفاظ کو خط نسخ کی بجائے خط نستعلیق (اردو) میں

لکھیں تب بھی اگر الفاظ و حروف میں کمی بیشی نہ ہو تو یہ الفاظ خط کے بدل جانے کے باوجود رسم عثمانی کے موافق ہونگے اور

اگر حروف میں کمی بیشی رہ جائے تو پھر رسم عثمانی کے خلاف ہونگے چاہے خط کوئی بھی ہو۔

رسم عثمانی کی خصوصیات اور فوائد

رسم عثمانی کی خصوصیات میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ حذف: اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض مقامات پر جہاں الف ہونا چاہیے وہاں مصاحف عثمانیہ میں الف کو

حذف کر دیا گیا ہے۔ جیسے کلمہ: (يَا أَيُّهَا النَّاسُ) میں حرف یاء پر اور اسی طرح کلمہ: (هَاتَم) میں

میں ہائے تنبہ پر الف پڑھا جاتا ہے۔ مگر رسم الخط میں تحریر نہیں۔ اسی طرح واو، لام، یاء اور حذف بدون قاعدہ بھی۔ حذف

کی مختلف اشکال ہیں۔

۲۔ زیادت: زیادت کا مطلب رسم الخط میں کسی کلمہ کا اضافہ کرنا ہے مثلاً کلمات قرآنیہ میں ہر اس واو کے بعد

الف کا اضافہ کر دیا جاتا ہے جو صیغہ جمع کے بعد واقع ہو یا حکماً جمع ہو۔ مثلاً: (مُلاَقُوا رَبَّهُمْ ، بنوا اسرائیل ، اولو

الآلباب)۔

۳۔ ابدال: عربی میں بعض الفاظ کو قاعدہ تقحیم کے مد نظر ان کی اصل کی بجائے ان کو واو سے لکھا جاتا ہے تاکہ

ان کے لئے خاص احترام کا اظہار ہو سکے جیسے (الصلاة ، الزكاة ، الحياة) کو (الصلوة ، الزكوة ، الحيوٰة) کے

انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔

۴- فصل: اس سے مراد یہ ہے کہ دو متجانس حروف کو الگ الگ لکھا جائے۔

۵- وصل: اس کا مطلب یہ ہے کہ حرف ”ان“ مفتوحہ کو حرف ”لاء“ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے۔ جبکہ حرف ”لاء“ اس کے بعد واقع ہو۔ اسی طرح حرف (مِن وَّعَن) کو (ما) کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیے۔ جبکہ ان کے بعد حرف ”ما“ مذکور ہو (۸)۔

علم رسم قرآنی کا موضوع

مصاحفِ عثمانیہ کے حروف کا مطالعہ اور اس کی مختلف خصوصیات (حذف، زیادت، فصل اور وصل) وغیرہ (۹)۔

علم رسم قرآنی کی غرض و غایت

اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ جو قراءات رسمِ صحف کے موافق ہیں انہیں قبول کیا جائے اور جو اس کے مخالف ہیں انہیں رد کیا جائے (۱۰)۔

علم رسم قرآنی کے فوائد

علم رسم قرآنی کے بہت زیادہ فوائد ہیں۔ ان میں چند اہم درج ذیل ہیں:

الف۔ رسمِ عثمانی میں مختلف قراءات کا لحاظ رکھتے ہوئے کلمات و حروف کی کتابت کی گئی ہے اگر ایک کلمہ میں ایک سے زیادہ قراءات ہوں تو وہ ساری قراءات اس کلمہ کی کتابت سے سمجھ میں آسکیں۔ مثلاً درج ذیل آیت میں ملاحظہ ہو:

﴿ان هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ﴾

آیت مذکورہ بالا کو صحفِ عثمانی میں یوں لکھا گیا ہے:

(ان هٰذَانِ لَسَاحِرَانِ) (۱۱)

بغیر نقطہ اور اعراب اور بلا تشدید و جزم کے لکھا گیا ہے۔ یہ رسم الخط اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ کلمہ درج ذیل چار طریقوں سے پڑھا گیا ہے اور وہ چاروں قراءات صحیحہ ہیں:

۱۔ امام نافع اور ان کے تلامذہ کی قراءت: نون ”ان“ کے تشدید اور ”ہذَانِ“ کے تخفیف کے

ساتھ پڑھتے ہیں۔

۲- امام حفص کی قراءت: وہ تخفیف نون ”ان“ اور ”ہذان“ کو الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

۳- امام ابی عمرو کی قراءت: وہ ان کے نون کو تشدید کے ساتھ اور ”یا“ اور تخفیف نون کے ساتھ

”ہذین“ پڑھتے ہیں۔

۴- امام ابن کثیر کی قراءت وہ ”ان“ کے نون کو تخفیفاً اور ”ہذان“ کے نون کو تشدید کے ساتھ

پڑھتے ہیں (۱۲)۔

ب۔ بعض لغات فصیح کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بعض کلمات کو رسم قیاسی کے خلاف لکھا گیا ہے۔

مثلاً ہاء تانیث کو بعض مقامات پر تائے مفتوحہ لکھا گیا ہے اور یہ بنی طے کی لغت ہے۔ مثلاً الرحمة، اس کلمہ کو پورے قرآن

کریم میں ہاء تانیث ہی کی طرح لکھا گیا ہے سوائے سات مقامات کے اور یہ مقامات، بقرۃ، اعراف، ہود، مریم، روم

اور زخرف میں ہیں۔ ان مقامات میں اس کو تائے مفتوحہ لکھا گیا ہے۔ مثلاً درج ذیل آیت کریمہ میں ملاحظہ ہو:

﴿أُولَٰئِكَ يُرْجُونَ رَحْمَةَ اللَّهِ﴾ (۱۳)۔

اس آیت مبارکہ میں ”الرحمة“ تائے مفتوحہ یا تائے طویلہ سے لکھا گیا ہے (۱۳)۔ اسی طرح ان کلمات ”النعمة“،

”السنۃ“، ”المرأة“ اور ”الكلمة“ وغیرہ کو بھی بعض مقامات پر تائے طویلہ سے لکھا گیا ہے۔

ج۔ بعض کلمات کو قطع و وصل کے ساتھ لکھ کر مختلف معانی پر دلالت کی گئی ہے۔ مثلاً کلمہ ”ام من“ کو

پورے مصحف عثمانی میں ملا کر لکھا گیا ہے۔ جبکہ چار مقامات میں الگ الگ دونوں کلمات کو لکھا گیا ہے اور قطع و وصل دونوں

کے معانی مختلف ہوتے ہیں مثلاً اس آیت میں ملاحظہ کیجیے:

﴿أُمٌّ مِّنْ يَّكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا﴾ (۱۵)۔

اور دوسری آیت ﴿أَمَّنْ يَّمْشِي سَوِيًّا عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾ (۱۶)۔

پہلی آیت کریمہ میں چونکہ دونوں کلمات کو الگ الگ لکھا گیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ لفظ ”ام“ ام منقطعہ ہے جو کہ

”بل“ کے معنی میں ہے۔ اور دوسری آیت میں چونکہ دونوں کو ملا کر لکھا گیا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ ”ام“ دوسری

آیت میں ام منقطعہ نہیں ہے (۱۷)۔

الف۔ بعض اوقات رسم الخط میں ”یا“ یا ”واو“ کے اضافہ کے ساتھ بعض الفاظ کو لکھا گیا ہے۔ اور اس کا

فائدہ یہ ہے کہ کلمہ کی اصل حرکت ہے، ء، کا علم ہو۔ مثلاً ء کے لئے ”واو“ لکھا گیا مثلاً درج ذیل آیت کریمہ میں ملاحظہ

ہو:

﴿سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفَاسِقِينَ﴾ (۱۸)۔

اور اسی طرح کسرہ کے لئے ”یا“ کے اضافے کے لئے درج ذیل آیت کریمہ بطور مثال ملاحظہ ہو:

﴿وَإِنْتَانِي ذِي الْقُرْبَىٰ﴾ (۱۹)۔

اسی طرح بہت سے کلمات میں حروف حروفِ اصلیہ سے تبدیل ہو جاتے ہیں مثلاً ”الصلوة“، ”الزكاة“، کو قرآن حکیم میں واو کے ساتھ ”الصلوة“، اور ”الزكاة“، لکھا گیا ہے (۲۰) تاکہ اس بات کا علم ہو جائے کہ ان کلمات میں الف واو سے تبدیل ہو کر آیا ہے۔

و۔ قرآن حکیم کو رسم عثمانی کے مطابق لکھے جانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس طرح قرآن حکیم تحریف و تبدیل سے محفوظ ہو گیا ہے۔ جبکہ اس سے پہلی آسمانی کتابیں اس سے محفوظ نہ رہ سکیں۔

ھ۔ رسم عثمانی کے رسم قیاسی کے خلاف ہونے کی وجہ سے قرآن حکیم کی تلاوت و قراءت سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہی ہے اور اس کو صرف خود سے پڑھنے پر اکتفا نہیں کیا گیا۔

علمائے امت کے نزدیک صرف مصاحف پر اکتفا کرنا جائز نہیں بلکہ کسی ثقہ حافظ سے اداء تسلسل اور اس کا تثبت ضروری ہے جیسا کہ سورتوں کی ابتداء میں فواتح سور یا حروف مقطعات (کھیعص، حم عسق، طسم) وغیرہ ہر شخص ان کی صحیح ادائیگی صرف قرآن حکیم کو دیکھ کر نہیں کر سکتا، بلکہ اس کی ادائیگی کے لئے استاد کی ضرورت ہوگی۔ قرآن حکیم کے سینہ بہ سینہ منتقل ہونے کی وجہ سے قرآن حکیم کی یہ بھی خاصیت ہے کہ اس کی سند نبی کریم ﷺ تک متصل ہے اور یہ صرف امت اسلامیہ کی خصوصیات میں سے ہے جن کی وجہ سے وہ باقی تمام امتوں سے ممتاز ہے (۲۱)۔

رسم عثمانی کے توفیقی اور عدم توفیقی ہونے کے بارے میں علماء کی تین آراء ہیں:

۱۔ جس طرح قرآن حکیم توفیقی اور من جانب اللہ ہے اور جس طرح رووس الآیات اور تمام سورتوں کی ترتیب بھی بالاجماع توفیقی ہے اسی طرح جمہور محققین کے نزدیک کلمات قرآنی کے رسمی اوضاع بھی توفیقی ہیں۔ ان محققین میں علامہ شاطبی سرفہرست ہیں ان کا قول ہے کہ:

وکل ما فیہ مشہود بسنتہ

ولم یُصَب من أضاف الوهم والغبیرا (۲۲)۔

”قرآن مجید میں جس قدر اوضاع ہیں وہ سب آنحضرت ﷺ کے حکم و سنت سے ثابت شدہ ہیں اس شخص

نے درست بات نہیں کہی جس نے اس رسم کو وہم و تغیر کی طرف منسوب کیا ہے۔“

برہان الدین ابراہیم بن عمر عجمی اپنی تصنیف روضۃ الطرائف فی رسم المصاحف فی شرح العقیلة میں یوں رقمطراز ہیں:

”رسم المصاحف توفیقی و واجب الإلتباع بالإجماع و هو مذهب الأئمة

الأربعة“ (۲۳)۔

”رسم مصاحف توفیقی ہے اور بالا جماع اس کا اتباع واجب ہے اور یہی ائمہ اربعہ کا مذہب بھی ہے“

رسم مصاحف کے توفیقی ہونے اور اس کے واجب الإلتباع ہونے میں علماء کے دلائل کافی زیادہ ہیں۔ ان تمام

کے احاطہ کے لئے یہ مختصر تحریر نا کافی ہے۔

۲۔ رسم مصاحف کے بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ یہ رسم اصطلاحی ہے توفیقی نہیں۔ سب سے پہلے

قاضی ابوبکر الباقلائی (۲۴) نے اس رائے کی تائید کی اور ان کے بعد آنے والے علماء میں ابن خلدون، شیخ احمد بن محمد

الدمیاطی (۲۵) اور دیگر علماء شامل ہیں۔

اس قول کے قائلین کے نزدیک چونکہ رسم عثمانی اصطلاحی ہے توفیقی نہیں لہذا اس کی مخالفت جائز ہے۔ اور جدید

رسم الملانی میں قرآن حکیم کی کتابت درست ہے (۲۶)۔

۳۔ تیسری رائے علامہ زرکشی (۲۷) اور عز بن عبدالسلام (۲۸) اور ان کے ہم خیال علماء کی ہے جن کے

زادیک رسم قرآنی توفیقی نہیں ہے لہذا عامۃ الناس کے لئے مصاحف کی کتابت انہیں معروف اوضاع و اصطلاحات پر کی

جانی چاہیے جو ان کے یہاں معروف و متداول ہیں اور رسم عثمانی پر نہ کی جائے تاکہ جاہل لوگوں میں تلاوت غلط تلفظ میں

شائع نہ ہو سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ رسم عثمانی کی محافظت بھی کی جائے اور علماء رسم کی خاطر رسم عثمانی میں بھی

مصاحف تیار کئے جائیں (۲۹)۔

علم الرسم کی تاریخ کا ایک مختصر جائزہ

عربی زبان میں لکھائی کے لئے متعدد الفاظ ہم معنی استعمال ہوتے ہیں مثلاً الكتابة، الخط، الزبر،

السطر، الرق، الرسم، الہجاء وغیرہ۔ ان میں سے قرآن کریم کی کتابت کے لئے لفظ خط سے خطاطی

اور خوشنویسی اور اس کی تاریخ مراد لی جاتی ہے۔ اور یہ خطاطی کا میدان ہے۔ جبکہ ”الہجاء“ اور ”الرسم“ اور اس کے مشتقات

اور ان پر مبنی تراکیب ایک خاص فن کی اصطلاح ہیں۔ گزشتہ ادوار میں اس علم کے لئے مختلف الفاظ استعمال کیے جاتے رہے

ہیں۔ سب سے پہلے کتابت یا خط، پھر آگے چل کر مختلف عوامل کی بناء پر لفظ ”ہجاء“ کا استعمال شروع ہوا۔ اس کے بعد ”ہجاء المصاحف“ یا ”ہجاء مصاحف الأ مصار“، ”ہجاء التنزیل“ وغیرہ۔ لفظ ہجاء کے لفظی معنی ہیں حرفوں کے ناموں کی ابتدائی آوازوں سے لفظ بنانا مثلاً کبر کا ہجاء (ب۔ک۔ر) ہے۔ اس طرح ہجاء المصاحف کا مطلب ہوا قرآن کے لفظوں کو لکھنے کے لئے ان کے حرفوں کو ترتیب وار گن کر باہم جوڑنے کا طریقہ یا اس کے قواعد۔ پانچویں صدی ہجری میں لفظ ”الرسم“ اور ”مرسوم“ کا استعمال شروع ہوا۔ مثلاً ”رسم المصحف“ یا ”رسم مصاحف الأ مصار“، ”مرسوم المصاحف“ یا ”الرسم المصحفی“ لکھا ہے (۳۰)۔

قلقشندی نے اسے ”المصطلح الرسمی“ اور ”الاصطلاح السنفی“ لکھا ہے (۳۱)۔ گیارہویں بارہویں صدی ہجری سے رسم کے ساتھ حضرت عثمانؓ یا ان کی طرف سے منسوب مصاحف کا نام زیادہ استعمال ہونے لگا۔ مثلاً ”رسم المصاحف العثمانیہ“ و ”رسم مصاحف عثمان“ و ”رسم المصحف الامام“ اور ”الرسم العثماني“ وغیرہ۔ اور اس کے لئے جدید اور جامع اصطلاح ”علم الرسم“ یا ”الرسم“ اختیار کی جا رہی ہے۔

اگر ہم علم الرسم کی مذکورہ تعریفات کا جائزہ لیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ علم الرسم کی بنیاد مصاحف عثمانیہ ہیں اس لئے علم الرسم اور مصاحف کے بارے میں چند امور کا جاننا ضروری ہے۔

۱۔ مصاحف کی تیاری میں سب سے اہم کام حضرت زید بن ثابتؓ کا تھا۔ حضرت زید بن ثابت نے ہی عہد نبویؐ میں کتابت قرآن کا فریضہ سرانجام دیا تھا اور جب مصاحف عثمانیہ کی کتابت پہلے دور صدیقی میں اور اس کے بعد دور عثمانی میں ہوئی تو اس وقت بھی انہوں نے ہی یہ فریضہ سرانجام دیا تھا اور دور عثمانی میں جب مصاحف کی کتابت ہوئی وہ ۲۵ھ یا ۳۰ھ تھا یعنی نبی کریم ﷺ کی وفات سے ۱۵ تا ۲۰ سال کے اندر اندر اور غار حرا میں پہلی وحی کے نزول سے پچاس سال سے بھی کم عرصے میں سرانجام دیا جا چکا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت زید بن ثابت یا ان کے ساتھ کام کرنے والی کمیٹی کے دوسرے ارکان نے مصاحف عثمانیہ کی کتابت اسی طریق الملاء کے مطابق کی جو اس وقت حجاز خصوصاً مدینہ منورہ میں رائج تھا۔ اور یہ طریق الملاء یقیناً عہد نبوی میں رائج خط اور الملاء سے مختلف نہیں تھا۔

۲۔ مصاحف عثمانیہ نقط اور اعجام سے خالی تھے۔ اسی لئے ہر نسخہ کے ساتھ پڑھانے والا ایک مستند قاری بھی بھیجا گیا تھا اور ہر پڑھنے والے استاد سے تعلق اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک مصحف کی ہو بہو نقل پر اکتفا کیا تھا۔ اور مصاحف عثمانیہ کی اس ہو بہو نقل ہی کو رسم عثمانی کا التزام کہا جاتا ہے (۳۲)۔

۳۔ مصاحف عثمانیہ کی یہ تعداد چار سے آٹھ بیان کیا گئی ہے۔ دو نسخے مدینہ منورہ میں رہے۔ ایک پبلک کے

لئے مسجد نبوی میں رکھا گیا (۳۳)۔ اور ایک حضرت عثمانؓ کی ذاتی نگرانی میں رہا جسے ”مصحف الامام“ کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ اور دمشق ایک نسخہ بھیجا گیا۔ انہی مصاحف عثمانیہ کے ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ کا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ کر کے علم الرسم کی بنیاد رکھی گئی۔ ان میں سے مکہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ، دمشق کے مصاحف کا ذکر علم الرسم کی کتب میں کیا جاتا ہے۔

۴۔ صحابہ نے مصاحف کی کتابت اپنے زمانے میں رائج طریقہ املاء کے مطابق ہی کی تھی، اس زمانے میں یہی طریق املاء رائج تھا اور یہی طریقہ تابعین بلکہ تبع تابعین کے دور تک جاری رہا (۳۴)۔ اس طرح کہ قرآنی املاء اور عام عربی املاء میں کوئی فرق نہ ہوتا تھا۔

۵۔ جب املاء قیاسی کی اصلاح ہوئی اور صرفی و نحوی قواعد کی روشنی میں اس میں اصلاحات وضع کی گئیں تو اس ارتقاء کے نتیجے میں رسم قیاسی میں تغیر رونما ہوا (۳۵)۔ تاہم رسم قرآنی کو ان قواعد کے تحت لانے کو قبول نہیں کیا گیا اور قرآن کریم کی کتابت بدستور نقل بمطابق اصل برقرار رکھی گئی۔ رسم عثمانی کے اتباع کو برقرار رکھنے کی چند ایک وجوہات درج ذیل ہیں:

- ۱۔ لوگوں میں اس کے متعلق تبرک اور تقدس پیدا ہو گیا تھا (۳۶)۔
- ۲۔ کاتبین مصاحف اس کے طریقے سے مانوس ہو گئے تھے۔
- ۳۔ مصحف کی کتابت میں چونکہ ہو بہو نقل پر انحصار کیا جاتا تھا۔ لہذا رسم سے انحراف کا سوال کم ہی نکلتا تھا۔ اس طرح علمائے علم رسم اپنی کتب میں رسم قیاسی اور رسم اصطلاحی (عثمانی) میں اختلاف کا ذکر اپنی کتب میں کرنے لگے۔ جبکہ اس کے ساتھ ساتھ علاقائی مصاحف کے اختلافات (بعض کلمات کے رسم میں باہمی اختلاف) کا بھی ذکر کرنے لگے۔ ذیل میں رسم قیاسی اور رسم عثمانی کے اختلاف کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

رسم قیاسی	رسم قرآنی
الآن	آلن
ایای	ای
العلماء	العلمؤ
جیء	جایء
لشیء	لشایء

حواشي وحوالجات

- ١- افریقی، ابن المنظور، محمد بن مكرم بن علی بن احمد الأنصاري، المعروف بابن المنظور، لسان العرب، ط: ١٩٨٨ء، دار إحياء التراث العربي، بيروت، لبنان، ج: ٥، ص: ٢١٥-
- ٢- جعري، برهان الدين ابراهيم بن عمر، خميلة ارباب المراسد، ص: ٥-
- ٣- خراز، دليل الحيران شرح مورد الظمان في علم رسم القرآن، ص: ٢٠-
- ٤- ابوزيتارة، لطائف البيان، ص: ١٣، ١٥-
- ٥- زرقاني، عبد العظيم الشيخ - مناهل العرفان في علوم القرآن - طبعة ثالثة: ١٩٨٩/٥، دار إحياء التراث العربي بيروت، لبنان، ج: ١، ص: ٢٥٩-
- ٦- سالم حسين، الفتح الرباني في علاقة القراءات بالرسم العثماني، ص: ٢٠١-
- ٧- رحيم بخش (قاري) الخط العثماني في الرسم القرآني، ادارة نشر و اشاعت اسلامية، حسين آگاہی، ملتان، ص: ٦-
- ٨- داني، أبو عمرو عثمان بن سعيد الإمام - المقنع في رسم مصاحف الأمصار، تحقيق محمد صادق قحادي - مكتبة الكليات الأزهرية القاهرة، ص: ٢٥-
- ٩- تھانوی، اظہار احمد، ایضاح المقاصد، شرح عقيلة اتواب القصائد، ص: ٦-
- ١٠- دليل الحيران على مورد الظمان، ص: ٣٢-
- ١١- سورة طه، ٢٠: ٦٣-
- ١٢- دمیاطی، احمد بن محمد البناء، اتحاف فضلاء البشر في القراءات الأربعة عشر، دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان، ص: ٣٨٣-
- ١٣- سورة البقرة، ٢: ٢١٨-
- ١٤- دانی، أبو عمرو عثمان بن سعيد الإمام، المقنع في رسم مصاحف الأمصار، ص: ٨٣، ٨٤-
- ١٥- سورة النساء، ٢: ١٠٩-
- ١٦- سورة الملك، ٦٤: ٢٢-
- ١٧- دانی، المقنع، ص: ٦٦-
- ١٨- سورة الاعراف، ٤: ١٣٥-

- ۱۹۔ سورة النحل، ۱۶: ۹۰، المقنع في رسم مصاحف الأمصار، ص: ۵۳۔
- ۲۰۔ المقنع، ص: ۷۷۔
- ۲۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۲۶۴، ۲۶۵۔
- ۲۲۔ الشاطبی، عقلیۃ اتراب القصائد، ص: ۴۵۔
- ۲۳۔ الجعمری، روضة الطوائف، ص: ۸۔
- ۲۴۔ تفصیل کے لئے دیکھئے قاضی ابوبکر کی کتاب ”الانتصار بحوالہ دلیل الحیران، ص: ۳۳۔
- ۲۵۔ شیخ دمیاطی، اتحاف فضلاء البشر، ص: ۱۰۰ ملاحظہ کیجئے۔
- ۲۶۔ دلیل الحیران، ص: ۳۳۔
- ۲۷۔ زرکشی، البرهان فی علوم القرآن، ج: ۱، ص: ۲۴۔
- ۲۸۔ نقلاً عن تاریخ المصحف الشریف لعبد الفتاح القاضی، ص: ۳۵۔
- ۲۹۔ زرقانی، مناہل العرفان، ص: ۳۷۸، ج: ۱ اور تاریخ المصحف الشریف، ص: ۴۹۔
- ۳۰۔ ابن خلدون، مقدمہ ابن خلدون، ص: ۴۵۔
- ۳۱۔ قلفشندی، صبح الأعشی فی کتاب الإنشاء، دارالکتب العربیۃ، القاہرہ، ج: ۳، ص: ۱۵۔
- ۳۲۔ سخاوی، علم الدین، الوسيلة الی کشف العقیلة، ص: ۶۱۔
- ۳۳۔ ابن الندیم، الفہرست، ص: ۶۰۔
- ۳۴۔ قاضی، عبد الفتاح، تاریخ المصحف الشریف، ص: ۴۰۔
- ۳۵۔ مجلة كلية القرآن الكريم والدراسات الإسلامية (بالجامعة الإسلامية، المدینة المنورة) العدد الاول ۱۴۰۲/۱۴۰۳ھ۔
- ۳۶۔ آیینا۔